افکار

(۱)

(پچھلے سال ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے مقالہ "تحقیقِ ربوا" کی اشاعت سے پہلے ایک اخباری افواہ کی بنا پر چند مقامی اخبارات میں خاصی گرما گرم بحث چل پڑی تھی جس میں جناب مفتی محمد شفیع صاحب اور ان کے چند رفقائے کرام نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ ہم نے اس ماہنامہ کے نومبر ۶۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر صاحب کا پورا مقالہ شائع کر دیا تھا۔ اور تمام اہلِ علم کو دعوتِ فکر و نظر دی تھی۔ خود مفتی صاحب موصوف کے اپنے ایما پر اس مقالے کا مسوّدہ اس کی اشاعت سے قبل ہی ان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا۔ ہمیں اُمید تھی کہ جب اس مقالے کی اشاعت سے قبل ان بزرگانِ کرام کی طرف سے اس کے بارے میں اس قدر گرمجوشی کا اظہار ہوا ہے تو اشاعت کے بعد تو اس پر تنقید و تبصرہ کا ہجوم ہو جائے گا۔ اس کی پذیرائی کے لئے پچھلے شمارے سے "افکار" کے نئے فیچر کا اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن تا دمِ تحریر ہمیں مفتی صاحب ممدوح یا ان کے نَو (۹) رفیقوں میں سے کسی کی جانب سے کوئی تنقید وصول نہیں ہوئی۔ البتہ معاصر عزیز ماہنامہ "انشا" (کراچی) کی دسمبر کی اشاعت میں مفتی صاحب کا ایک

انٹرویو شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے "ربوا" اور متعلقہ مسائل پر تبصرہ فرمایا ہے
ہم اس انٹرویو کے وہ تمام اقتباسات درج ذیل کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ع
ہرچہ از دوست می رسد نکوست۔)

سرمایہ دار کا بینک انٹرسٹ لینا قطعاً حرام ہے

"سود قطعاً حرام ہے اور بینک کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ بنک قوم کا بلڈ بنک ہے۔ جہاں سے چند سرمایہ دار اپنی قوتوں کے ذریعہ قوم کا خون چوستے ہیں۔"

لیکن سرمایہ دار کا مزدور کو غلام بنا لینا جائز اور مزدور کا احتجاج ناجائز ہے

"مزدور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ سرمایہ دار کی بڑھتی ہوئی آمدنی پر اعتراض کرے یا اس سرمائے کا اپنے آپ کو بھی حقدار سمجھے۔ کیونکہ مزدور نے خود کو دو روپے یا تین روپے روز پر بیچ دیا۔ اس کا کام تو صرف مزدوری کرنا ہے وہ بھی چند روپوں کے معاہدے پر اس لئے یہ مطالبہ یا توقع رکھنا قطعاً جائز نہیں کہ سرمایہ دار اپنی آمدنی کا کوئی حصہ مزدور کو دے۔ جب مزدور نے اپنی جان کو معاہدہ کرکے سرمایہ دار کے ہاتھوں فروخت کر دیا تو پھر اس کے خلاف احتجاج کرنا ناجائز ہے۔"

اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں فتویٰ

"اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ"۔ مولانا نے ہنس کر فرمایا "اسد میاں! اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پر مجھے ایک قصہ یاد آگیا، کہ کسی بادشاہ کا باز گم ہو گیا۔ اتفاق سے ایک بڑھیا کے ہاتھ وہ باز لگ گیا۔ بڑھیا نے باز کبھی دیکھا نہ تھا۔ حیرت و استعجاب سے کبھی اس کی چونچ دیکھتی، کبھی پنجے، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ چونچ کیا ہے۔ مختصر یہ کہ اس نے پہلے توڑ موڑ کر اس کے پنجے توڑ دیئے۔ پھر چونچ کی درگت بنائی۔ اتفاقاً بادشاہ کے کارندے باز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بڑھیا کے پاس پہنچے۔ باز کو دیکھا کہ پنجے ٹوٹے ہوئے، چونچ مڑی تڑی، بال و پر نچے ہوئے۔ بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے

کہا کہ نا اہل کے پاس کسی چیز کے چلے جانے کا حشر یہی ہوتا ہے۔ دراصل اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس بڑھیا کا سا کام سرانجام دے رہا ہے۔"

[انشاعالی ڈائجسٹ، کراچی، دسمبر ۶۳ء صفحہ ۱۹، "مفتی محمد شفیع سے ایک ملاقات"۔ اسد دیوبندی]

(۴)

[بینک کے منافع کو "ربوا" قرار دینے والے بزرگان کرام اب اسے حلال قرار دینے کے لئے "مضاربت" کا حیلۂ "شرعی" تلاش کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس کے چند اہم پہلوؤں کی طرف فاضل نامہ نگار جناب رفیع اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل مراسلہ میں توجہ دلائی ہے]

اسلامی معاشیات کے ایک ماہر اپنی کتاب "سود" میں جدید معاشی نظام اور اسلامی نظام کا تقابل بیان کرنے کے بعد بطور نتیجہ یہ فرماتے ہیں:۔

"اس مآل اندیشانہ معاشی نظریہ کی صداقت اگر دیکھنی ہو تو امریکہ کے موجودہ معاشی حالات کو دیکھئے (اشارہ ہے اس خوفناک کساد بازاری کی طرف جو اس کتاب کی تصنیف کے زمانے میں رونما تھی) جہاں سود ہی کی وجہ سے تقسیم ثروت کا توازن بگڑ گیا ہے اور صنعت اور تجارت کی کساد بازاری نے قوم کی معاشی زندگی کو تباہی کے سرے پر پہنچا دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ابتدائی عہد اسلامی کی حالت کو دیکھئے کہ جب اس معاشی نظریہ کو پوری شان کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا تو چند سال کے اندر قوم کی خوشحالی اس مرتبہ کو پہنچ گئی کہ لوگ زکوٰۃ کے مستحقین کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اور مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ملتا تھا جو خود صاحب نصاب نہ ہو۔"

("سود" از جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جدید ایڈیشن صفحہ ۳۷)

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو ان دونوں مفروضہ نتائج کو حقائق سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اگر اس وقت امریکہ کا معاشی نظام سود کی وجہ سے بگڑ گیا تھا تو بعد میں سود کو کب خیرباد کہا گیا کہ وہی معاشی نظام اعلیٰ بلندیوں پر پہنچ گیا۔ دوسرا اس لئے کہ اسلامی نظام میں زکوٰۃ اکٹھی کرنا حکومت کا فریضہ ہے۔ قرآن کا بھی یہی حکم ہے:۔